﴿عمار الدہنی کی روایت کی اصل حقیقت﴾

حامیانِ یزید اکثر عمار الدہنی کی روایت پیش کرتے رہتے ہیں اور اس روایت پر بنیاد رکھتے ہوئے کبھی کہتے ہیں حضرت حسینؓ یزید کی بیعت کے لیے تیار ہو گئے تھے۔ کبھی اسی روایت کے ایک حصے سے دلیل لیتے ہوئے کہا کرتے ہیں "حضرت حسینؓ کے قاتل صرف کوفی ہیں۔یزید یا اس کے اہلکاروں کا اس سے کوئی تعلق نہیں"۔اور جبکہ اسی روایت کا وہ حصہ جو یزید اور اس کے اہلکاروں کو قاتل ثابت کرتا ہے اسے ماننے سے صاف انکار کر دیتے ہیں اور مختلف طرح کے جھوٹ و افتراء سے کام لیتے ہیں۔ ضروری محسوس ہوتا ہے کہ اس روایت کی اصل حقیقت واضح کر دی

جائے۔ تا کہ اہلِ اسلام ان حامیانِ یزید کے مکروفریب سے محفوظ رہیں۔

عمار الدہنی کی روایت کے اہم مندرجات:۔

عمار الدہنی کہتے ہیں۔ میں نے اپنے باپ ابو جعفر سے کہا۔ مجھے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ اس طرح سنائیے۔ گویا کہ میں وہاں موجود (آنکھوں سے مشاہدہ کر رہا ہوں) فرمایا!

۞فهم الحسين أن يرجع، وكان معه اخوة مسلم بن عقيل، فقالوا: والله لا نرجع حتى نأخذ بثأرنا ممن قتل أخانا أو نقتل. فقال: لا خيرة في الحياة بعدكم، فسار۔۔۔

جب حضرت حسین ﷛ کو مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر ملی تو واپسی کا ارادہ کیا اور آپ کے ساتھ مسلم بن عقیل کے بھائی بھی تھے۔ کہنے لگے اللہ کی قسم ہم واپس نہیں جائیں گے جب تک اپنے بھائی کے قاتل سے انتقام نہ لے لیں یا خود قتل نہ ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا! "تمہارے بعد زندگی میں کوئی خیر نہیں"۔ پھر چل پڑے۔۔۔۔

۞قال له الحسين: اختر واحدة من ثلاث، إما أن تدعوني فانصرف من حيث جئت، وإما أن تدعوني فأذهب إلى يزيد، وإما أن تدعوني فألحق بالثغور۔

حضرت حسین ؓ نے عمرو بن سعد سے کہا۔ میری تین شرطیں ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک ہی مان لو۔

- میرا راستہ چھوڑ دو تا کہ میں جہاں سے آیا ہوں اسی علاقے میں واپس لوٹ جاؤں۔
- یا میرا راستہ چھوڑ دو تا کہ میں یزید کے پاس چلا جاؤں۔
- یا میرا راستہ چھوڑ دو تا کہ میں سر حدوں پہ چلا جاؤں۔

۞فقبل ذلك عمر، فكتب إليه عبيد الله بن زياد لا ولا كرامة حتى يضع يده في يدي، فقال الحسين: لا والله لا يكون ذلك أبدا.

عمر نے یہ بات مان لی اور ابنِ زیاد کو اس بارے میں خط لکھ دیا۔ ابنِ زیاد نے جوابا لکھا ایسا نہیں ہو سکتا۔

حتیٰ کہ وہ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں رکھ دے۔ تو حضرت حسین ﷛ نے فرمایا۔ اللہ کی قسم ایسا کبھی نہیں ہو گا۔

۞ويقول: اللهم احكم بيننا وبين قوم دعونا لينصرونا فقتلونا،

حضرت حسین ﷛ کہنے لگے! " اے اللہ ہمارے درمیان اور ان لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیجیئے۔ جنھوں نے ہمیں بلایا تھا اور کہا تھا کہ ہم تمہاری مدد کریں گے۔ پھر ہمیں قتل کرنے لگے"۔

۞قال فأوفده إلى يزيد بن معاوية فوضع رأسه بين يديه، وعنده أبو برزة الاسلمي، فجعل يزيد ينكت بالقضيب على فيه ويقول: يفلقن هاما من رجال أعزة علينا وهم كانوا أعق وأظلما فقال له أبو برزة: ارفع

قضيبك، فوالله لربما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم واضعا فيه على فيه يلثمه

عبیداللہ بن زیاد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر یزید بن معاویہ کی طرف بھیج دیا۔ چنانچہ سر یزید کے سامنے رکھا گیا اور وہاں حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ یزید حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے منہ پر چھڑیاں مارنے لگا اور یہ شعر پڑھنے لگا۔ تلواریں ایسے آدمیوں کی کھوپڑیاں پھاڑتی ہیں۔ جنہوں نے ہماری نافرمانی کی اور ظالم تھے۔ تو ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! " اپنی یہ چھڑی ہٹا لے۔ اللہ کی قسم میں نے کئی مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھ کر انہیں چومتے دیکھا ہے"۔

(البدایہ والنھایہ ج8ص214).

قارئینِ کرام:۔آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ نواصب کس قدر خائن وبد دیانت ہیں۔مذکورہ بالا روایت کا وہ حصہ جس میں تین شرائط کا تذکرہ ہے۔اُسے بڑے زور و شور سے بیان کرتے ہیں۔ لیکن اسی روایت کا وہ حصہ جس میں یزید ملعون کے سیدنا حسین علیہ السلام کے چہرہ مبارک پر چھڑیاں مارنے کا تذکرہ ہے اُسے بڑی مکاری سے چھپا جاتے ہیں۔کیا اس سے واضح نہیں ہوتا کہ یہ لوگ عشقِ یزید میں اتنے مبتلا ہو چکے ہیں کہ بد یانتی وخیانت کا ارتکاب کرتے ہوئے بھی انہیں کوئی شرم محسوس نہیں ہوتی۔آپ خود ہی فیصلہ کریں ایک ہی روایت کے ایک حصہ کو بڑے دھڑلے سے بیان کرنا اور اُسی روایت کے اُس حصے کو چھپا لینا جس سے

ان کے پیر و مرشد یزید مردود کا گستاخ اہل بیت اور قاتلِ حسین ہونا ثابت ہوتا ہو۔ کیا یہ بدیانتی نہیں؟

اب آتے ہیں اس روایت کی اسنادی حالت کی طرف:

درج بالا روایت کی اصل سند کچھ یوں ہے۔

حدثنی ذکریا بن یحی الضریر ثنا احمد بن جناب المصیصی ثنا خالد بن عبداللہ القسری حدثنا عمار الدھنی ---

اس روایت کی سند کی طرف نظر ڈورائیں۔ آپ کو ایک نام نظر آرہا ہے۔ جس کے نیچے خط کھینچا ہوا ہے۔ خالد بن عبداللہ القسری یہ وہ راوی ہے۔ جو اخلاقی و دینی طور پر نہایت ہی گرا ہوا ہے۔ حافظ ذہبیؒ اس کے بارے میں لکھتے ہیں۔

ناصبی بغیض، ظلوم

یہ اہلِ بیت سے انتہائی بغض رکھنے والا ظالم ترین انسان تھا۔

(میزان الاعتدال في نقد الرجال ج1 ص633)

ابن معین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

"رجل سوء يقع في علي".

یہ بدترین شخص تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بکواس کیا کرتا تھا۔

فضل بن الزبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

"يقول في علي ما لا يحل ذكره"

یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس قدر گھٹیا اور نازیبا گفتگو کیا کرتا تھا جسے زبان پر لانا جائز نہیں۔

امام الاصمعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"خبرت أن القسري ذم زمزم"

مجھے بتایا گیا ہے! "کہ اس نے آبِ زمزم کی صریح توہین کی تھی"۔

یہ بدقماش راوی بنوامیہ کی لونڈی بنا ہوا تھا۔ بنوامیہ کی حمایت میں تمام حدود پھلانگ چکا تھا۔

عمر بن قیس کا کہنا ہے۔ کہ جب اس نے سعید بن زبیرؒ اور طلق بن حبیبؒ کو گرفتار کیا۔ تو اس نے خطبہ دیا۔ لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"كأنكم أنكرتم ما صنعت، والله لو كتب إلي أمير المؤمنين، لنقضتها حجرا حجرا يعني الكعبة"

گویا تم میری ان کاروائیوں کو بُرا سمجھتے ہو۔ اللہ کی قسم اگر امیر المومنین مجھے کعبہ گرانے کا حکم دے دے۔ تو میں اس کعبہ کی ایک ایک اینٹ اکھاڑ ڈالوں گا۔ جبر و

تشدد کے ساتھ ساتھ یہ بے حیاراوی بے شرمی کی بھی تمام حدود پھلانگ گیا
تھا۔

شبیب بن شیبہ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے۔

"أن امرأة قالت له: إن غلامك المجوسي أكرهني على الفجور، وغصبني نفسي.

کہ ایک مرتبہ کوئی عورت اس کے پاس فریاد لے کر آئی۔ کہا۔آپ کا مجوسی غلام مجھے زنا پر مجبور کرتا ہے۔

تو یہ شرم وحیا سے عاری راوی کہتا ہے۔

قال: كيف وجدت قلفته؟

(سیر اعلام النبلاء ج10ص29)

تو نے۔۔۔۔۔۔

قارئین کرام: قلم شرما گیا ہے۔ پیشانی بھیگ گئی ہے۔شرم و حیا کا تقاضا ہے۔ کہ ان الفاظ کا ترجمہ نہ کیا جائے۔

برادرانِ اسلام:۔ اب آپ کیا کہتے ہیں۔ ان حامیانِ یزید کے بارے میں جنہوں نے اس گستاخ اور بے شرم راوی کی بیان کردہ روایت پر اپنے مذہب کی بنیاد رکھی ہوئی ہے اور منبرِ رسول ﷺ پر کھڑے ہو کر بڑی ڈھٹائی سے کہہ رہے ہوتے ہیں۔

" کربلا کی کہانی امام جعفر کی زبانی" اور اسی روایت کو اپنی کتب و رسائل میں تحریر بھی کر رہے ہیں اور روایت کا وہ حصہ جس میں حضرت حسین کے سر اقدس کے یزید کے دربار میں پیش کیے جانے اور یزید کے سیدنا حسین کے ہونٹوں پر چھڑیاں مارتے ہوئے نہایت ہی متکبرانہ

انداز سے وہ اشعار پڑھنے کا تذکرہ ہے۔ جو اس کے قاتل ہونے کی عکاسی کرتے ہیں۔ اسے تسلیم کرنے سے یکسر انکار کر دیتے ہیں۔

شبہ

تین شرائط والی روایت کو ائمہ تاریخ نے ذکر کیا ہے۔ کیا جید علمائے کرام کا اس روایت کو اپنی کتب میں درج کر دینا اس روایت کے معتبر ہونے کی طرف اشارہ نہیں کرتا؟

ازالہ

ائمہ تاریخ نے ایک اور روایت بھی ذکر کی ہے حامیانِ یزید ایک نظر اسے بھی دیکھ لیں۔

"وقال رجل في حضرة عمر بن عبد العزيز أمير المؤمنين يزيد فضربه عمر عشرين سوطا"

کسی آدمی نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں کہا۔ "امیر المومنین یزید" تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس آدمی کو بیس دُرّے لگوائے۔

(اس روایت کو علامہ عبدالحئی بن احمد بن محمد العکری الحنبلی نے شذرات الذہب ج 1 ص 69، علامہ ذہبی نے تاریخ الاسلام ج 5 ص 275، سیر اعلام النبلاء ج 4 ص 40، جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے تاریخ الخلفاء ص 182، ابنِ تغری بردی نے النجوم الزاہرہ ج 1 ص 165، ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے تہذیب التہذیب ج 11 ص 317، اور لسان المیزان ج 8 ص 507 پر درج کیا ہے

اگر ہم ان وکلائے یزید سے ان ہی کے لہجے میں سوال کر لیں۔ کہ مذکورہ بالا روایت کو ائمہ تاریخ نے اپنی اپنی کتب میں درج کیا ہے۔ کیا علمائے کرام کا اس

روایت کو اپنی کتب میں درج کر دینا اس روایت کے معتبر ہونے کی طرف اشارہ نہیں کرتا؟۔

تین شرائط والی روایت کے بارے میں فیصلہ کن بحث

حامیانِ یزید اپنے مذعوم مقاصد کی تکمیل کے لیے بڑے زور و شور سے وہ روایت بیان کرتے رہتے ہیں جس میں آتا ہے کہ سیدنا امامِ حسین علیہ السلام نے میدانِ کربلا میں عمر بن سعد کے سامنے تین شرائط پیش کیں۔

1۔ میرا راستہ چھوڑ دو تاکہ میں جہاں سے آیا ہوں اسی علاقے میں واپس لوٹ جاؤں۔

2۔ میرا راستہ چھوڑ دو تاکہ میں سرحدوں پہ چلا جاؤں۔

3۔ میرا راستہ چھوڑ دو تاکہ میں یزید کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھ دوں۔

ہر چھوٹا بڑا ناصبی یہ تین شرائط بیان کر کے حضرت حسین ﷜ پر الزام تراشی کرتے ہوئے ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہوتا ہے۔ کہ حضرت حسین ﷜ نے آخری وقت اپنے موقف سے رجوع کر لیا تھا۔ کوئی یوں دادِ تحقیق دیتے ہوئے کہہ رہا ہوتا ہے۔ کہ حضرت حسین ﷜ یزید کی بیعت کے لیے تیار ہو گئے تھے وغیرہ وغیرہ۔

قارئین کرام: اصل حقیقت حال یہ ہے۔ کہ سیدنا امامِ حسین علیہ السلام نے یہ تین شرائط پیش ہی نہیں کیں۔ کیونکہ حامیانِ یزید کی یہ پیش کردہ روایت عقل و نقل کے

میزان پر پورا نہیں اترتی۔ ہم اس پر قدرے گفتگو کر چکے ہیں اور یہی موقف وزنی ہے۔

تین شرائط والی روایت کو صحیح تسلیم کر لینے کی صورت میں بھی حامیانِ یزید کو کچھ فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہاں پھر بھی کچھ ایسے احتمالات ہیں جو کہ ناصبیوں کی

تاویلات کو نگلنے کے لیے منہ کھولے بے تاب کھڑے ہیں۔

- ممکن ہے سیدنا امام حسین علیہ السلام نے اتمامِ حجت کے طور پر یہ تین شرائط پیش کی ہوں۔ چنانچہ بعض علماء نے یہی موقف اپنایا ہے۔ جو علمائے کرام یہ موقف رکھتے ہیں ان کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

صحیح روایات سے ثابت ہے۔ کہ نبی ﷺ نے سیدنا امامِ
حسین علیہ السلام کی کربلا میں شہادت پانے کی پیش گوئی فرمائی
تھی۔ سیدنا امامِ حسین علیہ السلام کے بارے میں مورخین
کرام نے یہاں تک لکھا ہے۔ کہ آپ جب کربلا پہنچے۔
پوچھا یہ کون سی جگہ ہے، بتایا گیا کربلا۔ فرمایا!
"رسولِ کائنات ﷺ نے بجا فرمایا تھا"۔ لٰہذا یہ بات
خارج از امکان نہیں کہ کربلا پہنچ کر حالات کے نہایت
ہی مخدوش ہو جانے اور سرکاری افواج کے درمیان گھرِ
جانے کے باوجود وہ روایات ذہن میں نہ آئی ہوں۔
جن میں سیدنا امامِ حسین علیہ السلام کے برلبِ فرات
شہادت پانے کا تذکرہ ہے۔ لٰہذا آپ علیہ السلام نے یہ تین
شرائط جان بچانے کے لیے نہیں بلکہ دشمن پر اتمامِ
حجت قائم کرنے کے لیے پیش فرمائیں۔ ایسی حالت

میں یہ سوچنا کہ میں یہاں سے بچ کر نکل سکتا ہوں۔

ایک عام مسلمان کا ایمان اس کی اجازت نہیں دیتا۔ چہ جائیکہ نواسہ رسول ﷺ ایسا سوچیں۔

یہ بات بھی خارج از امکان نہیں کہ سیدنا حسین علیہ السلام نے یہ شرائط "الحرب خدعة" کے تحت پیش کی ہوں۔ کیونکہ جب جنگ سر پر مسلط ہو رہی ہو۔ دشمن کے خلاف چال چلنا از روئے شریعتِ محمدیہ جائز ہے۔ اور یہ مسئلہ احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"لم یکن رسول اللہ ﷺ یرید غزوۃ الا وری بغیرھا"

نبی ﷺ ہر جنگ میں توریہ (اصل حکمتِ عملی دشمن سے خفیہ رکھنا، مثلاً جانا مشرق کی طرف ہو لیکن ظاہر یہ کرنا کہ مغرب کی طرف جانا ہے) اختیار کیا کرتے تھے۔

(بخاری حدیث نمبر2947، مسلم حدیث نمبر7194،
مسند احمد15820، مسند الطیالسی حدیث نمبر1024،
سنن الکبری از امام بیہقی حدیث نمبر13659،
المعجم الکبیر حدیث نمبر25446،
مصنف عبدالرزاق حدیث نمبر9144
مصف ابن ابی شیبہ حدیث نمبر34351)،

امام صاحب نے یہ روایت ذکر کرنے سے پہلے باب مقرر کیا ہے۔ جس کے الفاظ ہیں۔ "فی المکر والخدیعة فی الحرب"

دیکھئے: جب گورنر مدینہ ولید بن عتبہ کو یزید کی طرف سے حکم ہوا۔ کہ ابنِ زبیر اور حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے زبردستی بیعت لو۔ اس نے اس حکم پر عمل کرنے کے لیے حضرت حسین اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو بلا کر یزید کی بیعت کرنے کا کہا تو ان دونوں شخصیات

نے کہا (بقول حامیانِ یزید) کہ ہم جیسے لوگ خفیہ بیعت نہیں
کرتے ۔ یہ کہہ کر وہاں سے چلے آئے اور موقعہ پا کر
مدینہ سے مکہ تشریف لے گئے۔ مروان بھی سمجھتا تھا۔
کہ آپ یزید کی بیعت نہیں کریں گے۔ اسی لیے تو اس
نے گورنر کو مشورہ دیا تھا۔ کہ انہیں بیعت لیے بغیر
جانے نہ دیں۔ اگر یہ بیعت کیے بغیر چلے گئے۔ تو کبھی
بھی تم ان پر قابو نہ پا سکو گے اور اسی طرح ایک اور
روایت جسے ناصبی بڑے شوق و ذوق سے بیان کرتے
رہتے ہیں۔ یعنی تین شرائط والی روایت ، اس روایت
کو مکمل پڑھا جائے تو اس میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ جب
عمرو بن سعد کے سامنے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے تین
صورتیں رکھیں تو عمرو بن سعد رضا مند ہو گیا۔ فورا
ابنِ زیاد کو خط لکھ کر صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ تو ابنِ

زیاد بھی رضا مند ہو گیا۔ تو شمر نے کہا، حسین کو جانے
نہ دیا جائے۔ کیونکہ حسین یہاں سے نکلنا چاہتے ہیں۔
جب شمر نے یہ بات کہی۔ تو ابنِ زیاد بھی سمجھ گیا۔
جس پر اس نے تین شرائط میں سے کوئی شرط قبول
کرنے

سے انکار کر دیا۔
ممکن ہے سیدنا امامِ حسین نے "الحرب خدعه "کہ

"جنگ حیلہ سازی کا نام ہے" کے پیش نظر توریہ سے
کام لیا ہو اور توریہ نبی ﷺ کی سنت سے ثابت ہے۔

سانحہ کربلا اس بات کی دلیل ہے کہ سیدنا حسین علیہ السلام یزید کی بیعت کے لیے تیار نہیں ہوئے تھے۔

قارئین کرام:۔ سانحہ کربلا سے جہاں اور کئی مسائل ثابت ہوتے ہیں۔ ایک مسئلہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ سیدنا حسین علیہ السلام یزید کی بیعت کے لیے تیار نہیں ہوئے تھے۔ اگر آپ علیہ السلام نے یزید کی بیعت پر آمادگی کا ذرہ بھر بھی اظہار کیا ہوتا تو یزیدی لشکر آپ علیہ السلام سے جنگ نہ کرتا۔ کیونکہ یزید اور عبیداللہ بن زیاد نہایت شاطر اور دور کی سوچنے والے تھے۔

عبیداللہ بن زیاد جانتا تھا۔ کہ

- حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کی صورت میں

خطرات و مشکلات کا ایک طویل ترین سلسلہ شروع ہو

سکتا ہے۔

- عوام کے اندر بغاوت کا جو ماحول بن رہا ہے اس میں مزید شدت آجائے گی۔
- لوگ سمجھیں گے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بیعت نہیں کی حتیٰ کہ جان دے دی لہٰذا ہمیں بھی بیعتِ یزید سے بچنا ہی چاہیے۔
- یہ قتل چونکہ سرکاری افواج کے ہاتھوں ہو گا۔ لہٰذا عوام حکومت سے قصاص کا مطالبہ کرنے لگے گی۔ جس سے حکومت کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ بغاوتوں کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو جائے گا۔
- قتلِ حسین کی صورت میں لوگ لعن طعن کرنے لگیں گے۔

☚ اگر وہ اپنی مرضی سے یہ ساری کاروائی کر رہا تھا تو بقول حامیانِ یزید ، "کہ یزید نے ابنِ زیاد کو قتل کا حکم نہیں دیا تھا"۔ اس صورت میں ابنِ زیاد کو یزید کی طرف سے سخت سزا ملنے کا اندیشہ بھی تھا اور قتل نہ کرنے کی شکل میں انعام و کرام ملنے کی قوی امید تھی۔

برادرانِ اسلام:۔ مندرجہ بالا نکات کو مد نظر رکھتے ہوئے بتائیں کہ ابنِ زیاد جیسا شاطر گورنر حضرت امام حسین علیہ السلام کے قتل کا حکم دے سکتا ہے؟ صرف اس بنیاد پر کہ حضرت حسین علیہ السلام پہلے میری بیعت کریں بعد میں یزید کی؟

حضرت حسین علیہ السلام کہہ رہے ہو کہ مجھے یزید کے پاس لے چلو، میں اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے

لیے تیار ہوں۔ یہ تو تھے قتل کی صورت میں ممکنہ نقصانات اب آتے ہیں ان فوائد کی طرف جو سیدنا حسین علیہ السلام سے بیعت لے لینے کی شکل میں حاصل ہو سکتے تھے۔

- اگر سیدنا حسین علیہ السلام یزید کے پاس پہنچ کر اس کی بیعت کر لیتے تو یزید کی حکومت پر خاندانِ نبوت کی مہرِ تصدیق ثبت ہو جاتی۔
- عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی تحریک بغاوت دم توڑ جاتی۔ لوگ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی طرف کوئی توجہ نہ دیتے۔
- وہ رعایا جو بغاوت کے لیے پر تول رہی تھی۔ وہ جب دیکھتے کہ سیدنا امامِ حسین علیہ السلام نے بیعت کر لی

ہے۔ تو بغاوت کا خیال ذہن سے نکال دیتے۔

قارئین کرام : آپ نے سیدنا حسین علیہ السلام کے قتل کی صورت میں ممکنہ خطرات و فسادات اور سیدنا حسین علیہ السلام کو قتل نہ کرنے کی صورت میں فوائد و ثمرات ملاحظہ فرما لیے۔ اب فیصلہ کیجئے۔ کہ سیدنا امامِ حسین علیہ السلام اگر بیعت پر تیار ہو چکے ہوتے تو کیا ابنِ زیاد آپ علیہ السلام کے قتل کا حکم دے سکتا تھا؟

شبہ

حافظ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ کہ رات کو امام حسین رضی اللہ عنہ اور عمرو بن سعید نے کافی طویل گفتگو کی۔ اتنی طویل گفتگو کہ رات کا ایک تہائی یا چوتھائی حصہ گزر گیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے عمرو بن سعد سے کہا تم

میرے ساتھ یزید بن معاویہ کے پاس شام چلو۔ عمرو نے کہا اگر میں نے ایسا کیا تو ابنِ زیاد میرا گھر منہدم کروا دے گا۔ حضرت حسین ؓ نے کہا۔ میں پہلے سے بہتر صورت میں تعمیر کروا دوں گا۔ عمرو نے کہا ابنِ زیاد میرا مال واسباب چھین لے گا۔ آپ ؓ نے فرمایا، کہ میری وہ جائیداد جو حجاز میں ہے وہ تیری جائیداد سے بہتر ہے۔ میں وہ تجھے دے دوں گا۔ الغرض حضرت حسین ؓ نے تین صورتیں پیش فرمائیں۔

" مجھے یزید کے پاس لے چلو یا مجھے واپس جانے دو یا مجھے ترکوں کی سرحد کی طرف جانے دو"۔

ثابت ہوا کہ حضرت حسین ؓ نے یہ تین شرائط پیش فرمائی تھیں۔

اس روایت میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں۔

"ولم یدر احد ما قال ولکن ظن بعض الناس ان قاله۔۔۔"

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور عمر بن سعد کے مابین جو طویل ترین گفتگو ہوئی۔اس کے بارے میں کسی کو کچھ معلوم نہیں۔کہ کس قسم کی گفتگو ہوئی۔بعض لوگوں کا گمان ہے۔۔۔

آگے البدایہ والنہایہ میں تین شرائط کا تذکرہ ہے۔

معاملہ واضح ہو گیا کہ سیدنا امامِ حسین علیہ السلام اور عمرو بن سعد کے مابین جو گفتگو ہوئی اس کے بارے میں کسی کو کچھ خبر نہیں۔جب یہ ثابت ہو گیا کہ اصل گفتگو کا کسی

کو کچھ علم نہیں تو یہ کہنا کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ کہ سیدنا حسین علیہ السلام نے ابنِ سعد کے سامنے تین صورتیں پیش کی تھیں؟ لہٰذا جن راویوں نے ان تین شرائط کا تذکرہ کیا ہے۔ انھوں نے محض ظن و گمان سے کام لیا ہے۔